

قرآن پاک کی دعا والے الفاظ میں تبدیلی یا اضافہ کرنا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض مساجد کے ائمہ کرام دعائیں کہتے ہوئے قرآن پاک میں منقول دعاؤں میں مزید الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں، جیسے

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

یہ قرآن پاک میں منقول دعا ہے، امام صاحبان اس سے آگے "وقنا عذاب القبر، وقنا عذاب الحشر، وقنا حساب الميزان" وغیرہ کا اضافہ کرتے ہیں۔ یونہی بعض ائمہ کرام واحد کے صیغہ کی جگہ جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، جیسے قرآن پاک میں ایک دعا ہے: ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ اس کو "رَبِّ زِدْنَا عِلْمًا" پڑھتے ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کرنا قرآن پاک میں تحریف تو نہیں ہے؟

جواب

بلاشبہ قرآن مجید کے نظم و معنی میں دانستہ تبدیلی کرنا ناجائز و گناہ، بلکہ بعض صورتوں میں کفر تک بھی پہنچا سکتا ہے۔ تاہم اس کا دار و مدار نیت پر ہے، اور سوال میں جو صورتیں ذکر کی گئیں ان میں اور اس طرح کی دیگر صورتوں میں قرآن مجید کی نیت ہوتی ہی نہیں، بلکہ مقصود اقتباس یعنی قرآنی الفاظ کو اپنے کلام میں شامل کر کے ان کے موافق دعائیں لکھنی ہوتی ہے، یوں ان کا حکم قرآن والا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان میں معمولی تبدیلیاں اور اضافے بھی کر دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ بیان ہوا کہ

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

کے بعد "وقنا عذاب القبر، وقنا عذاب الحشر، وقنا حساب الميزان" کا اضافہ کر دیا جاتا ہے، یونہی جہاں واحد کا صیغہ ہو، اسے جمع کے صیغہ سے تبدیل کر دیا جاتا ہے، جیسے ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ کو "رَبِّ زِدْنَا عِلْمًا" پڑھا جاتا ہے۔ لہذا یہ تمام جائز صورتیں ہیں، تحریف میں ہرگز داخل نہیں۔

جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ بسا اوقات نظم و نثر میں الفاظ قرآنیہ کو اس طرح اپنے کلام کا حصہ بنایا جاتا ہے کہ اس میں اس کے کلام ربانی ہونے کی طرف اشارہ تک نہیں ہوتا، مثلاً "قال الله تعالى" وغیرہ الفاظ کہے بغیر ہی اسے اپنے کلام میں ذکر کر دیا جاتا ہے اور اس سے قرآن مجید یا اس کی تلاوت مقصود نہیں ہوتی، اس عمل کو فنی اور اصطلاحی طور پر اقتباس کہا جاتا ہے۔

اور اقتباس کے بارے میں علمائے دین کی واضح تصریحات موجود ہیں کہ چونکہ ایسی صورت میں ذکر کردہ الفاظ قرآنیہ سے قرآن مقصود نہیں ہوتا، اس وجہ سے یہ الفاظ قرآن ہونے سے نکل کر مقتبس کا اپنا کلام بن جاتے ہیں، جس کے سبب اس پر قرآن مجید والے احکام جاری نہیں ہوتے اور نہ ہی اسے قرآن مجید کی تلاوت کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقتباس میں ذکر کردہ الفاظ میں معمولی تبدیلی بھی جائز

ہوتی ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہمیں ایسی متعدد احادیث دیکھنے کو ملتی ہیں جن میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے الفاظِ قرآنیہ کو اپنے کلام میں شامل فرمایا یا انہیں بطور دعا پڑھا، لیکن ساتھ ہی ان میں معمولی تبدیلی بھی فرمادی؛ مثلاً کسی لفظ کا اضافہ کر دیا، کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا، یا بعض اوقات کوئی لفظ حذف فرمادیا۔ سرکارِ کائنات ﷺ کے اس مبارک عمل کے تحت شارحینِ حدیث اور علمائے دین نے یہی توجیہ بیان فرمائی ہے کہ آپ کا یہ عمل بطور اقتباس تھا، ورنہ اگر آپ کا مقصد تلاوتِ قرآن ہوتا تو ہر گز تبدیلی نہ فرماتے، کیونکہ یہ عمل ناجائز اور گناہ ہے۔

ہم طوالت سے بچتے ہوئے یہاں صرف چار احادیثِ مبارکہ اور ان کے متعلق شارحین اور علمائے دین کے اقوال بطور دلیل ذکر کریں گے۔ ورنہ اس طرح کی اور بھی روایات موجود ہیں۔ نیز علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الحاوی للفتاویٰ میں اس عنوان پر نہایت مفصل بحث فرمائی ہے اور اس سلسلے میں احادیث و اقوالِ علما سے کثیر تائیدات بھی ذکر فرمائی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے اس مقام کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”گزشتہ رات عفریت جن مجھے پریشان کرنے کی کوشش کرنے لگا تاکہ میری نماز میں خلل ڈالے، تو اللہ نے اسے میرے اختیار میں کر دیا، میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب اسے دیکھ سکو، لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعایا آگئی:

”رب هب لي ملكا لا ينبغي لأحد من بعدي“

یعنی میرے رب مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ (صحیح بخاری، ج 01، ص 99، رقم 461، السلطانية، بالمطبعة الكبرى الاميرية، بولاق مصر) حالانکہ یہی دعا قرآن مجید فرقان حمید میں یوں مذکور ہے:

”رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي“ (سورہ ص، آیت 35)

یعنی آیت میں ”اغفر لی“ کے الفاظ بھی تھے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کو ادا نہیں فرمایا۔

(۲) سنن نسائی وغیرہ کتب حدیث میں حضرت محمد بن مسلمہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لئے تکبیر کہتے تو ثنا کے طور پر یہ دعا پڑھتے:

”وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا مُّسْلِمًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“

(سنن نسائی، ج 02، ص 131، رقم 898، المكتبة التجارية الكبرى بالقاهرة)

اور دوسری روایات کے مطابق ”وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“ کی جگہ ”أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ کہتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ج 01، ص 260، رقم:

821، المكتب الإسلامي، بیروت) حالانکہ قرآن مجید کی آیت میں یہ دعایوں مذکور ہے:

”إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“

(سورہ انعام آیت 79) یعنی ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں لفظ ”انی“ کو ترک فرمایا اور دوسری تبدیلی ”حنیفا“ کے بعد ”مسلماً“ کا اضافہ فرمایا اور تیسری تبدیلی یہ کہ ”وما انا من المشرکین“ کی جگہ ”انا من المسلمین“ ارشاد فرمایا۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک و دیگر کتب احادیث میں موجود کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے :
”اللهم فالق الإصباح، وجاعل الليل سكنا، والشمس والقمر حسبانا“

یعنی اے تبارک! کوچاک کر کے صبح نکالنے والے، رات کو آرام کا ذریعہ بنانے والے اور سورج اور چاند کو اوقات کے حساب کا ذریعہ بنانے والے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج 06، ص 24، رقم: 29193، دارالتاج-لبنان) (موطا امام مالک، ج 01، ص 212، رقم 27، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت-لبنان)، جبکہ یہی الفاظ آیت میں اس طرح موجود ہیں :

”فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۖ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا ۗ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا“ (سورہ انعام آیت 96)

یعنی آیت میں مذکور لفظ ”جعل“ کو تبدیل کر کے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ”جاعل“ کا لفظ ارشاد فرمایا۔
(۴) اسی طرح ترمذی کی ایک حدیث پاک میں ارشاد ہوا :

”إِذَا خُطِبَ إِلَيْكُمْ مِنْ تَرَضُوعِ دِينِهِ وَخُلِقَ فِزْ وَجْوهِهِ، لِاتْفَعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادَ عَرِيضٍ“

یعنی جب تمہارے پاس نکاح کا ایسا پیغام آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو فوراً نکاح کر لو، ورنہ زمین میں فتنہ اور بہت فساد ہوگا (سنن ترمذی، ج 02، ص 380، رقم: 1084، دارالغزب الاسلامی-بیروت)۔ جبکہ سورہ انفال آیت نمبر 73 میں مذکورہ الفاظ یوں موجود ہیں : ”إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ“ یعنی آیت میں موجود لفظ ”کبیر“ کو لفظ ”عریض“ سے تبدیل فرمادیا گیا۔

مذکورہ بالا احادیث میں اقتباس مقصود تھا، اب اس کے متعلق تصریحات ملاحظہ ہوں :

صحیح بخاری کی حدیث کے تحت فتح الباری، عمدۃ القاری اور الکواکب الدراری میں ہے،

واللفظ للآخر: ”(رب هب لي) نظم القرآن رب اغفر لي وهب لي ولعله ذكره على قصد الاقتباس من القرآن لا على قصد انه قرآن“

حضور علیہ السلام کے الفاظ رب هب لي ہیں جبکہ قرآن کا نظم رب اغفر لي وهب لي ہے، ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس کو قرآن سے اقتباس کے طور پر ذکر فرمایا ہونہ کہ قرآن کے قصد سے۔ (فتح الباری، ج 02، ص 730، عمدۃ القاری، ج 04، ص 464، الکواکب الدراری، ج 04، ص 121، مطبوعات بیروت)

حدیث نمبر 2 اور 3 میں اقتباس مراد ہونے کے متعلق الاتقان فی علوم القرآن میں ہے :

”وقد تعرض له جماعة من المتأخرين فسئل عنه الشيخ عز الدين ابن عبد السلام فأجازه واستدل له بما ورد عنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ من

قوله في الصلاة وغيرها: وجهت وجهي: إلى آخره وقوله: اللهم فالق الإصباح وجاعل الليل سكنا والشمس والقمر حسبانا“

متاخرین کی ایک جماعت اقتباس کے درپے ہوئی اور اس کے متعلق شیخ عز بن عبد السلام سے پوچھا گیا، تو آپ نے نماز و دیگر کے متعلق آنے والی روایات سے استدلال فرماتے ہوئے حکم جواز بیان فرمایا، جیسے وجہت و جہی سے آخر تک دعا، یونہی اللہم فالق الاصباح سے آخر تک دعا۔ (زبدۃ الاتقان، ج 01، ص 386، الہدیۃ المصریۃ العامۃ للكتاب)

حدیث نمبر 4 کے متعلق الحاوی للفتاویٰ میں ہے :

”أخرج الترمذي -- قال رسول الله ﷺ: إذا أتاكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض، وفي آخر سورة الأنفال: ﴿إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير﴾ [الأنفال: 73]، وفيه حجة أنه يجوز تغيير بعض النظم بإبدال كلمة بأخرى، وبزيادة وتقص، كما يفعله أهل الإنشاء كثيرا؛ لأنه لا يقصد به التلاوة، ولا القراءة، ولا إيراد النظم على أنه قرآن“

ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کرو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ اور سورہ انفال کے آخر میں یوں مذکور ہے :

”إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير“

اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ بعض اوقات مقتبس نظم میں معمولی تبدیلی کی جا سکتی ہے، جیسے کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا، یا کسی بیشی کرنا، جیسا کہ اہل انشاء وادب کرتے ہیں، کیونکہ ان کا مقصد تلاوت، قراءت یا بحیثیت قرآن اسے ذکر کرنا نہیں ہوتا۔ (ملقط از الحاوی للفتاویٰ، ج 01، ص 308، دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت - لبنان)

اقتباس میں تغیر یسر کے جواز کے متعلق امام محمد بن احمد دسوقی بھی حاشیۃ الدسوقی علی تلخیص المفتاح میں لکھتے ہیں :

”انه يجوز في اللفظ المقتبس تغيير بعضه فلو كان المضمن هو القرآن حقيقة كان نقله عن معناه كقراو كذا لك تغييره“

مقتبس الفاظ میں معمولی تبدیلی کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر شامل کیا جانے والا کلام حقیقی طور پر قرآن ہوتا تو اس کو اس کے اصل معنی سے پھیرنا، یونہی اس میں تبدیلی کرنا کفر ہوتا۔ (حاشیۃ الدسوقی علی تلخیص المفتاح، ج 02، ص 644، مطبوعہ کوئٹہ)

اقتباس کی تعریف کے متعلق الاتقان اور در منتقی میں ہے،

واللفظ للآخر: ”الاقتباس: تضمين الشعرا والنثر بعض القرآن لا على انه منه بان لا يقال فيه قال الله تعالى ونحوه، فان ذالك حينئذ لا يكون اقتباسا“

اقتباس یہ ہے کہ شعریا نثر میں قرآن کی کسی آیت کو شامل کرنا، لیکن اس طور پر نہیں کہ یہ قرآن کا حصہ ہے، یعنی اس میں اس طرح کے الفاظ نہ کہے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ اس صورت میں یہ اقتباس نہیں رہے گا۔ (الدر المننقی مع مجمع الاخر، ج 02، ص 439، مطبوعہ کوئٹہ)

امام احمد بن علی بہاء الدین سبکی عروس الافراح شرح تلخیص المفتاح میں لکھتے ہیں :

”والمراد بتضمينه أن يذكر كلاما وجد نظمه في القرآن، أو السنة مراد به غير القرآن فلو أخذ مراد به القرآن، لكان ذلك من أفتح القبيح، ومن عظام المعاصي، نعوذ بالله منه“

اور اس کے شامل کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کلام جس کا نظم قرآن یا حدیث میں پایا جاتا ہو، ذکر کیا جائے اور اس سے مقصود قرآن نہ ہو، کیونکہ اگر قرآنی آیت قرآن کے قصد سے شامل کی جائے، تو یہ بہت بری چیز اور بڑے گناہوں میں سے ایک ہوگا، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ (عروس الافراح شرح تفضیل المفتاح، ج 02، ص 332، مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

مفتی محمد وقار الدین رضوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِ اِيك سوال (قرآنی دعا "ربنا اغفر لي" میں بعض ائمہ کرام "ولو الادي" کے بعد

"ولا ستاذي ولمن تلدني كما ربباني صغيراً" کا اضافہ کرتے ہیں، کیا یہ قرآن میں اضافہ و ترمیم نہیں؟) کے جواب میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت دعا کے طور پر جب پڑھی جاتی ہے، تو اس وقت تلاوت کا قصد (ارادہ) نہیں ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس آیت میں اور بھی مسلمانوں کا مغفرت کے حوالے سے تذکرہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ اور ایسا اضافہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔" (وقار الفتاوی، ج 2، ص 126، بزم وقار الدین کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ نمبر: HAB-0701

تاریخ اجراء: 06 رجب المرجب 1447ھ / 27 دسمبر 2025ء



دارالافتاء المسلمین
DARUL IFTA AHLESUNNAT

Dar-ul-Ifta Ahlesunnat (Dawat-e-Islami)



www.fatwaqa.com



[daruliftaahlesunnat](https://www.facebook.com/daruliftaahlesunnat)



[DaruliftaAhlesunnat](https://www.youtube.com/DaruliftaAhlesunnat)



[Dar-ul-ifta AhleSunnat](https://play.google.com/store/apps/details?id=com.daruliftaahlesunnat)



feedback@daruliftaahlesunnat.net